© rasailojaraid.com

محمد عمار خان ناصر

خاطرات

مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری سے میرا پہلا تعارف۔جو غائبانہ تھا اور آخر وقت تک بنیادی طور پر غائبانہ ہی رہا۔۹۰ء کی دہائی میں اپنے زمانہ طالب علمی کے اواخر میں ہوا جب ''ندائے منبر ومحراب'' کے عنوان سے ان کا سلسلہ خطبات منظر عام پر آنا شروع ہوا۔ مجھے تقریر وخطابت سے اور خاص طور پر اس کے مروجہ اسالیب سے طبعی طور پر کبھی مناسبت نہیں رہی، تاہم مولانا شیخوپوری کے سنجیدہ اور بامقصد انداز گفتگو کا ایک اچھا تاثر ذہن پر پڑنا یاد ہے۔ شاید اس زمانے میں اس سلسلے کی کچھ جلدیں بھی نظر سے گزری ہوں۔

۹۰ء کی دہائی میں ہی والد گرامی کے ساتھ پہلی مرتبہ کراچی جانا ہوا تو جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی کے دورے کے موقع پر مولانا شیخوپوری کی زیارت بھی ہوئی جو ان دنوں وہاں استاذ حدیث تھے اور غالباً صحیح مسلم کی تدریس کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا ''مکتبہ حلیمیہ'' کے نام سے کتابوں کی اشاعت کا بھی ایک چھوٹا سا نظم تھا اور وہ اپنی بعض مطبوعات وقتاً فوقتاً والد گرامی کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے۔ چند سال قبل والد گرامی ہی کی معیت میں کراچی کے ایک سفر میں ہم جامعۃ الرشید میں ٹھہرے اور مفتی ابولبابہ شاہ منصور، مولانا سید عدنان کاکاخیل اور دیگر حضرات کی پرتکلف میزبانی کا لطف اٹھاتے رہے۔ حسن اتفاق سے ان دونوں مولانا شیخوپوری جامعۃ الرشید میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے اور جامعہ ہی کے رہائشی کوارٹر میں مقیم تھے۔ ہمارے فاضل دوست مولانا احسان الحق تبسم بھی کئی سال سے یہیں تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں۔ ایک موقع پر ان کی رہائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں مولانا شیخوپوری سے بھی مختصر سلام دعا ہوئی جو (پیدائشی معذوری کے باعث) اس وقت وہیل چیئر پر مسجد کی طرف جا رہے تھے۔

ان دو مختصر ملاقاتوں کے علاوہ مولانا کے ساتھ کبھی تفصیلی ملاقات یا تبادلہ خیالات کا موقع میسر نہیں آیا، تاہم غائبانہ تعارف اور سلام وپیغام کا تعلق قائم تھا اور ایک آدھ دفعہ فون پر بھی ان سے بات ہوئی۔ دو تین سال قبل وہ خطبہ جمعہ کے لیے گوجرانوالہ میں کسی جگہ تشریف لائے تو ایک طالب علم کے ذریعے سے سلام بھیجا اور میرے مرتب کردہ خطبہ حجۃ الوداع کے متن کا نسخہ طلب فرمایا جو والد گرامی کے توضیحی محاضرات کے ساتھ الشریعہ اکادمی کی طرف سے شائع ہوا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ طبقہ علماء کی عام روایت کے برخلاف استحقاقاً نہیں بلکہ قیمتاً طلب فرمایا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا کے مزاج اور طرز فکر میں ایک خاص بات یہ تھی کہ اکابر دیوبند کے منہج فکر سے پختہ وابستگی کے باوجود ان کے ہاں ''مسلکیت'' کا وہ سطحی انداز دکھائی نہیں دیتا تھا جس کا تناسب دیوبندی مکتب فکر میں اب خاصا بڑھتا جا رہا ہے، بلکہ طبقاتی ہمدردیاں حاصل کرنے کا سستا ترین نسخہ بنتا جا رہا ہے۔ مولانا شیخوپوری نے اپنی محنت کے لیے درس وتدریس اور عوامی اصلاح کا اور گزشتہ کئی سالوں سے درس قرآن اور مستقل اخباری کالم تحریر کرنے کا میدان منتخب کیا اور بڑے اعتدال اور توازن کے ساتھ دین کا پیغام مثبت انداز میں لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

مولانا کے متوازن انداز فکر کا اندازہ دو مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ چند سال قبل انھوں نے ''درس صحیح مسلم'' کے نام سے جناب مولانا محمد تقی عثمانی کی معروف عربی تصنیف ''تکملہ فتح الملہم'' کے مباحث کی اردو تلخیص مرتب کی۔ ہمارے ہاں مدارس میں درس حدیث عام طور پر فقہی معرکہ آرائیوں کا عنوان ہوتا ہے اور احناف ہوں یا اہل حدیث، اساتذہ کی تقاریر وتحقیقات کا مطمح نظر ہر حال میں احادیث کی رو سے اپنے فقہی مسلک کی ترجیح ثابت کرنا ہوتا ہے۔ مولانا تقی عثمانی کے ہاں یہ اسلوب نہیں ہے۔ مولانا کی درسی تقاریر کا مجموعہ ''درس ترمذی'' اس پہلو سے حدیث کے طلبہ کے لیے بہت مفید ہے اور خود میں نے زمانہ طالب علمی میں اس سے بے حد استفادہ کیا ہے۔ مولانا عثمانی کے ہاں وسعت ظرفی کے اس رجحان پر ''ٹھیٹھ مسلکی'' طبقوں میں زیادہ اطمینان نہیں پایا جاتا اور میں نے بعض حضرات کو یہ تک کہتے ہوئے سنا ہے کہ مولانا تقی عثمانی ''مسلک کی جڑیں کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' خیر، مولانا محمد اسلم شیخوپوری نے ''درس صحیح مسلم'' کے عنوان سے مولانا عثمانی کی تحقیقات کا ایک بڑا عمدہ اور جامع خلاصہ مرتب کیا تو اس کے مقدمے میں بڑی وضاحت سے لکھا کہ:

> ''تکملہ کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کا خالص علمی اور تحقیقی انداز ہے جس میں مسلکی تعصب اور مناظرانہ حجت بازی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ الشیخ عثمانی مدظلہم نے کتاب کے مقدمہ میں اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے حوالہ سے ایک جملہ لکھا ہے جو حقیقت میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ انھوں نے طلباء کی ایک جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''تم اگر فقہی مذہب کے اعتبار سے حنفی بن جاؤ تو کوئی حرج نہیں، لیکن احادیث نبویہ کو حنفی بنانے کی کبھی کوشش نہ کرنا۔''
>
> حضرت مولف نے اپنے والد ماجد نور اللہ مرقدہ کی اس زریں نصیحت کو تکملہ کے ہر ہر باب میں ملحوظ رکھا ہے اور جہاں کہیں دلائل کے اعتبار سے کسی دوسرے امام کا مسلک قوی نظر آیا ہے تو بلا چون وچرا اس کا اظہار کر دیا ہے اور اپنی حنفیت کو اظہار حق میں آڑے نہیں آنے دیا اور ایسا ایک دو جگہ نہیں، متعدد مسائل میں کیا ہے۔'' (ص ۲۶)

مولانا کے علمی وتحقیقی مزاج اور فکری وسعت نظر کی دوسری مثال خود راقم الحروف کے خیالات ورجحانات سے تعلق رکھتی ہے۔ ۲۰۰۸ء میں ''حدود وتعزیرات - چند اہم مباحث'' کے عنوان سے میری تصنیف منظر عام پر آئی تو میں نے بہت سے دوسرے اہل علم کے علاوہ مولانا شیخوپوری کو بھی اس کا ایک نسخہ بھجوایا۔ اس کتاب میں درج میرے بعض نتائج فکر کے حوالے سے بہت سے حضرات کے شدید رد عمل سے 'الشریعہ' کے قارئین بخوبی واقف ہیں۔ تاہم اس پوری فضا میں مولانا شیخوپوری کا تبصرہ حیرت انگیز طور پر بالکل مختلف تھا۔ انھوں نے کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے نام ایک خط تحریر کیا جو 'الشریعہ'

© rasailojaraid.com